قسط دوم:-

عثمان غنیؓ پر اعتراضات
اور اُن کا جائزہ

(جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب، صدر شعبہ عربی و فارسی دہلی یونیورسٹی)

—— • گذشتہ سے پیوستہ • ——

(۱۰) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے خلافت کے ساتویں سال اپنی کوٹھی (دار الامارہ) پر نماز کے لئے نداءِ ثالث لگوائی اور بدعت کے مرتکب ہوئے [۱]

یہ اعتراض بھی محض اعتراض ہے، معترضین خوب جانتے تھے کہ اس میں کتنا وزن ہے لیکن چونکہ اس سے عثمان غنیؓ کو بدنام کرنا، اُن کو بدعتی مشہور کرنا اور دُور و نزدیک کے مسلمانوں میں اشتعال پیدا کرنا مقصود تھا اس لئے اس کا خوب چرچا کیا حتیٰ کہ ہمیشہ کے لئے یہ اعتراض تاریخ کے صفحات پر ثبت ہوگیا۔ رسول اللہؐ کا مکان مسجد سے متصل تھا اور عمر فاروقؓ کا بھی، اس لئے اذان کی آواز صاف سنائی دیتی تھی، عثمان غنیؓ کا نیا مکان یا دار الامارہ جس کا نام زَوراء تھا مسجد سے ذرا دُور واقع تھا۔ اس میں سرکاری عملہ کے دفتر اور مہمانوں کو ٹھہرانے کے لئے کمرے تھے، کافی بڑی عمارت تھی، وسعت اور مسجد سے دوری کے باعث اذان کی آواز صاف نہیں پہنچتی تھی، سرکاری کاموں نیز لوگوں کے ازدحام کی وجہ سے بھی شور رہتا تھا اس لئے عثمان غنیؓ کبھی کبھی مسجد میں دیر سے پہنچتے تھے اور مخالفوں کو طعن و تشنیع کا موقع مل جاتا تھا، اس کا سدباب کرنے کے لئے عثمان غنیؓ نے مؤذن کو ہدایت کردی کہ نماز سے ذرا پہلے آکر دروازہ پر آواز لگا دیا کرے کہ نماز تیار ہے، مخالفوں نے تاخیرِ آمد پر تو اعتراض کیا ہی تھا اب عثمان غنی کے اس نئے اقدام پر بھی کرنے لگے اور اس کو بدعت کا نام دے کر اچھالنے لگے

[۱] انساب الاشراف ۵/۳۹۔

عثمان غنیؓ کی نرمی اور صلح جوئی اس جرأت کی ذمہ دار تھی، عمر فاروقؓ نے رسول اللہ صلعم کی تیار کردہ مسجد میں اضافہ کیا تو کسی نے نہیں کہا کہ یہ بدعت ہے، رسول اللہ صلعم نے مسجد میں تین دروازے رکھے تھے، عمر فاروقؓ نے چھ کر دیئے تب بھی کسی نے اس فعل کو بدعت نہیں قرار دیا، رسول اللہؐ نے ایک چراگاہ محفوظ کی تھی، عمر فاروقؓ نے تین کرلیں تب بھی مخالف خاموش رہے، انھوں نے ۱۴ھ میں تراویح کی بیس رکعتیں باجماعت مسلمانوں پر لازم کر دیں حالانکہ رسول اللہ صلعم نے ایسا نہیں کیا تھا، تب بھی کسی نے بدعت کا نعرہ نہیں لگایا، رسول اللہ صلعم نے مدنی آیتوں کے بموجب مفتوحہ اراضی فوج میں بانٹ دی تھی، لیکن عمر فاروقؓ نے ایسا نہیں کیا بلکہ ان کے مالکوں کے قبضہ میں رہنے دی اور ان سے جزیہ و مالگذاری وصول کی، اس پر بھی مخالفوں کی زبان پروپیگنڈہ بند رہی، کیوں؟ اس لئے کہ عمر فاروقؓ سخت آدمی تھے، زبان اور ڈنڈے دونوں سے سزا دیتے تھے اور دوسری طرف ان کی روکھی زندگی حسد اور جلن کی آگ دبائے ہوئے تھی۔

(۱۱) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے کئی ممتاز صحابہ کو معزول کیا، سعد بن ابی وقاصؓ کو کوفہ سے، عمرو بن عاص کو مصر سے اور ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ سے اور ان کی جگہ اپنے نو مسلم اور نو عمر رشتہ داروں کو گورنر مقرر کیا۔

آیئے اس اعتراض کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہاں تک اس میں صداقت ہے، ۲۴ھ میں خلیفہ ہو کر عثمان غنیؓ نے صحابی مغیرہ بن شعبہؓ کو رشوت کی شکایت پر کوفہ کی گورنری سے الگ کر دیا تھا، اور ان کی جگہ سعد بن ابی وقاصؓ کو مقرر کیا تھا جن کے لئے عمر فاروقؓ نے مرتے وقت سفارش کی تھی، خزانۂ کوفہ کے انچارج صحابی عبداللہ بن مسعود تھے، سعدؓ نے خزانہ سے کچھ رقم قرض لی اور ایک وقت مقررہ پر اس کو لوٹانے کا وعدہ کر لیا، جب مقررہ وقت آیا تو عبداللہ بن مسعودؓ نے رقم مانگی، لیکن سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا کہ مجھے اور مہلت دیجئے، میں اس وقت ادا کرنے سے قاصر ہوں، ابن مسعودؓ بگڑ گئے اور دونوں میں سخت کلامی ہوئی، عبداللہ بن مسعود کے حامیوں نے انکا پارٹ لیا، اور سعد بن ابی وقاص کے حامیوں نے ان کی وکالت کی، چند دن بعد ابن مسعودؓ نے پھر

سعد رضؓ سے روپیہ کی واپسی کا تقاضہ کیا تو سعد رضؓ نے برہم ہو کر کہا: "معلوم ہوتا ہے تم نقصان اٹھائے بغیر نہیں مانو گے، تم سمجھتے کیا ہو خود کو، واضح رہے کہ تمہاری حقیقت ہُذیل کے ایک غلام سے زیادہ نہیں ہے" دونوں میں پھر تُو تُو مَیں مَیں ہوئی، عثمان غنی رضؓ کو ان باتوں کا علم ہوا تو وہ دونوں پر ناراض ہوئے اور سعد ابن ابی وقاص کو معزول کر دیا لیکن عبداللہ بن مسعود رضؓ بحال رہے۔

عمرو بن عاص رضؓ نے جن کا تعلق بنو اُمیہ سے تھا، ۲۰ھ میں جب عمر فاروق رضؓ خلیفہ تھے، مصر فتح کیا تھا، چونکہ انھوں نے پہلے کی نسبت مالگذاری بہت کم وصول کی، اس لئے عمر فاروق رضؓ کو انکی دیانت پر شک ہوا اور انھوں نے ۲۳ھ میں ایک ممتاز اُموی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو جو عثمان غنی رضؓ کے رضاعی بھائی بھی تھے، مالیاتِ مصر کا وزیر مقرر کر دیا۔ اور عمرو بن عاص کی گورنری سیاسی وعسکری معاملات تک محدود کر دی، قدرتی طور پر عمرو کو مالیات کا الگ ہونا شاق گذرا، کچھ عرصہ بعد عمر فاروق رضؓ کا انتقال ہوا تو عمرو رضؓ نے عثمان غنی رضؓ سے کہا کہ مالیات کا چارج مجھے دیجئے ورنہ میں مستعفی ہوتا ہوں، یہ نہیں ہو سکتا کہ گائے کا دودھ دوہے کوئی دوسرا اور سینگ پکڑوں میں! چونکہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضؓ کا ریکارڈ اچھا تھا اور وہ زیادہ لگان وصول کر رہے تھے، عثمان غنی رضؓ نے مالیات کا چارج دینے سے انکار کر دیا، عمرو بن عاص رضؓ احتجاجاً مستعفی ہو گئے۔

ابو موسیٰ اشعری ۱۷ھ سے بصرہ کے گورنر تھے، عثمان غنی رضؓ محرم ۲۴ھ میں خلیفہ ہوئے تو انھوں نے ابو موسیٰ کو بحال رکھا اور وہ مزید چار پانچ سال اپنے عہدہ پر فائز رہے، ۲۹ھ میں اکابر بصرہ کا ایک وفد مدینہ آیا اور شکایت کی کہ ابو موسیٰ بوڑھے اور کمزور ہو گئے ہیں، کنبہ پرور اور قبیلہ نواز بھی واقع ہوئے ہیں ہم ان کی طویل حکومت سے اکتا گئے ہیں، براہ کرم کسی جوان کو ہمارا گورنر بنائیے" شکایت کی تفصیل طبری میں موجود ہے اور ہم نے خط رقم ۱۵ میں اُس کے اہم محتویات بیان کر دیئے ہیں، اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، عثمان غنی رضؓ نے وفد کی خواہش پوری کی اور ابو موسیٰ اشعری کو برطرف کر دیا، ان کا یہ فعل عمر فاروق رضؓ کے عمل کے عین مطابق تھا، آپ کو شاید یاد ہو گا کہ ۲۱ھ میں اکابرِ کوفہ کی شکایت پر پہلے انھوں نے سعد بن ابی وقاص رضؓ اور پھر ۲۲ھ میں عمار بن یاسر کو گورنری سے معزول کر دیا تھا،

اِن بیانات سے آپ نے دیکھا کہ حقائق کیا تھے اور مخالفوں نے ان کو کس رنگ میں پیش کیا، اعتراض سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عثمان غنی رضؓ نے بلاوجہ تینوں صحابی گورنروں کو برطرف کیا تاکہ اپنے رشتہ داروں کے لئے جگہ نکالیں حالانکہ سعدؓ کو الگ اس لئے کیا کہ ان کا طرزِ عمل نامناسب تھا، اور نگرانِ خزانہ کے ساتھ ان کے بار بار کے جھگڑے سے کوفہ کی فضا خراب ہو رہی تھی، عمرو بن عاص نے خود ناراض ہو کر استعفیٰ دیا، اور ابو موسیٰ کی برطرفی کی تحریک اکابرِ بصرہ نے کی تھی۔

اعتراض کا دوسرا حصّہ کہ عثمان غنی رضؓ نے رشتہ داروں کو گورنر بنایا صحیح ہے لیکن مخالفوں کا یہ کہنا کہ ایسا کرنے میں محض کنبہ پروری کا جذبہ کارفرما تھا صحیح نہیں، ولید بن عُقبہ جن کو سعدؓ کے بعد کوفہ کا گورنر بنایا گیا عثمان غنی رضؓ کے سوتیلے بھائی تھے، لیکن ساتھ ہی وہ تجربہ کار، معاملہ فہم اور بیدار ذہن بھی تھے، ان کی یہ صفات دیکھ کر رسول اللہؐ نے ۹ھ میں ان کو بعض عرب قبیلوں میں کلکٹر زکوٰۃ مقرر کیا تھا، انھوں نے امانت و دیانت سے کام لیا اس لئے ابو بکر صدیق رضؓ نے بھی ان کو سرکاری عہدے پر فائز رکھا، ان کے بعد عمر فاروق رضؓ نے ولید کو میسوپوٹامیہ کے عرب قبیلوں میں زکوٰۃ کلکٹر اور پولٹیکل ایجنٹ بنا کر بھیجا، ۲۵ھ یا ۲۶ھ میں سعد بن ابی وقاص کو امارت کوفہ سے الگ کیا گیا تو ولید بیکار نہ تھے بلکہ اپنے عہدہ کے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے رہے تھے، چونکہ انتظامی معاملات کا ولید کو لمبا تجربہ تھا۔ اور چونکہ کوفہ میں عثمان غنی رضؓ کے خلاف تحریک چلی ہوئی تھی اور وہ چاہتے تھے کہ گورنر لائق ہی نہیں، مخلص اور معتمد بھی ہو، اس لئے انھوں نے ولید کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا، ولید کے بارے میں کوفہ اسکولِ تاریخ کے شیخ سیف بن عمر[1] کی رائے ملاحظہ ہو: قدم الکوفۃ سنۃ ۲۵ھ فکان أحب الناس وأرفقہم فکان بذلک خمس سنین ولیس علی بابہ دار[2] ولید نے ۲۵ھ میں حکومت کوفہ کا چارج لیا، بڑے مہربان اور مقبول تھے، مکان پر کوئی گیٹ نہ تھا، ہر شخص کو ملنے کی آزادی تھی، اسپین کے محدث ابن عبد البر: کان من رجال قریش ظرفا وحلما وشجاعۃ وأدبا وکان من الشعراء المطبوعین[3] - باعتبارِ ذہانت، سلیقہ، حلم، بہادری اور شائستگی قریش کے اکابر میں تھے،

۱- وفات لگ بھگ ۱۸۰ھ میں ہوئی- ۲- تاریخ الامم ۵/۵۹ ۳- استیعاب ۲/۶۰۴-

اس پر مستزاد شعر کی خداداد صلاحیت تھی۔

ولید بن عقبہ ۹ھ سے ۳۰ھ تک سرکاری عہدوں پر رہے، سول اور ملٹری دونوں، لیکن نہ تو رسول اللہؐ کے عہد میں اُن پر کوئی الزام لگا نہ ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد میں، اور نہ عمر فاروق رضؓ کی احتسابی نظر ان میں کوئی خامی پا سکی، یہ بیس اکیس برس کی بے داغ خدمت اس بات کی شاہد ہے کہ ولید لائق، فرض شناس اور صالح آدمی تھے، عثمان غنی رضؓ کے دورِ خلافت میں ان پر جو الزام لگے وہ ان کی نا اہلی یا بدکرداری کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اس وجہ سے کہ مدینہ اور فسطاط کی طرح کوفہ بھی مخالف پارٹیوں کا مرکز تھا جو عثمان غنی رضؓ اور ان کی حکومت کو مطعون کر کے انقلاب برپا کرنا چاہتی تھیں۔

مصر میں عمرو بن عاص کے الگ ہونے پر عثمان غنی رضؓ نے مصر کے وزیر مالیات عبداللہ بن سعد بن ابی سَرح کو مصر کی گورنری سونپ دی، یہ عبداللہ عثمان غنی رضؓ کے رضاعی بھائی تھے، پڑھے، لکھے تیز اور باشعور آدمی تھے، اس لئے ۲۳ھ میں عمر فاروق رضؓ نے ان کو مالیاتِ مصر کا عہدہ تفویض کیا تھا، واقعات نے بھی عبداللہ بن سعد کی لیاقت اور خوش تدبیری پر مہرِ توثیق ثبت کردی، چند ماہ کے اندر اندر انھوں نے مصری مال گذاری کی مقدار اس سے کافی بڑھادی، جتنی عمرو بن عاص نے وصول کی تھی، سال چھ ماہ بعد عمر فاروق رضؓ کے انتقال ہونے پر عثمان غنی رضؓ نے خلافت کا چارج لیا تو عبداللہ بن سعد رضؓ اپنے عہدہ پر موجود تھے اور اچھا کام کر رہے تھے، عمرو بن عاص نے عثمان غنی رضؓ سے درخواست کی کہ مالیات کا شعبہ مجھے دیدیجیے تو انھوں نے کہا: تمہارے انتظام میں مال گذاری کم تھی، عبداللہ زیادہ وصول کر رہے ہیں، ان کے خلاف کوئی شکایت بھی نہیں، اس لئے ان کو کیوں الگ کیا جائے؟ عمرو بگڑ گئے اور احتجاجاً استعفیٰ دے دیا، عثمان غنی رضؓ نے مناسب سمجھا کہ مصر کی گورنری عبداللہ بن سعد کو سونپ دیں، کیوں کہ وہ مصر کے حالات و معاملات سے اچھی طرح متعارف ہو چکے تھے، عبداللہ نے گورنر ہوکر کارہائے نمایاں انجام دیئے، مالیات کی اصلاح کے ساتھ انھوں نے لیبیا، تونس اور الجزائر تک اسلامی قلمرو کا دائرہ وسیع کردیا اور ایک روایت یہ ہے کہ اسپین بھی ان کی نگرانی میں فتح ہوا[1]۔

---

[1] تاریخ الامم ۵/۴۹-۵۰

کتاب الولاۃ والقضاۃ کا مولف کندی ان کے بارے میں لکھتا ہے :-

"ومکث عبد اللہ بن سعد بن أبی سرح أمیراً علی مصر ولایۃ عثمان کلها محموداً فی ولایتہ وغزا ثلاث غزوات کلها لها شأن وذکر فغزا إفریقیۃ سنہ ۲۷ھ فبلغ سهم الفارس ثلاثۃ آلاف دینار، ثم غزا غزوۃ الأساورۃ سنہ ۳۱ھ ثم غزا الصواری سنہ ۳۴ھ[1] ......"

یہ عبد اللہ بن سعد ہی تھے جنھوں نے ایک بڑے بازنطینی بیڑے کو جس کا مقصد شام اور مصر کو عربوں سے واگذار کرانا تھا، شکست فاش دی اور شرقی و وسطی بحر متوسط پر عربی تسلط قائم کیا لیکن چونکہ اتفاق سے وہ عثمان غنی رض کے رشتہ دار تھے اور فسطاط مخالف پارٹیوں کا اڈا اس لئے ان کی ساری خدمات نسیاً منسیاً کر دی گئیں اور یہ مشہور کیا گیا کہ وہ نااہل اور ستم کیش ہیں جن کو عثمان غنی رض نے قرابت کی وجہ سے مسلمانوں پر مسلط کر دیا ہے۔

ابوموسیٰ اشعری کی برطرفی کے بعد عثمان غنی رض نے اپنے ماموں زاد بھائی عبد اللہ بن عامر بن کریز کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا، شاکی وفد کی خواہش تھی کہ کوئی جوان، باہمت اور ہمدرد آدمی ان کا گورنر ہو، یہ صفات عبد اللہ میں موجود تھے، ان کی عمر پچیس سال کی تھی، اور ابھرنے اور کارہائے نمایاں انجام دینے کے شوق سے دل معمور تھا، ان کا شمار قریش کے بڑے خطیبوں اور اجواد میں ہوتا ہے، یہ پہلے گورنر تھے جن کا انتخاب عثمان غنی رض نے اپنے اعزا میں سے خود کیا تھا، جہاں تک ہمیں معلوم ہے عبد اللہ کو پہلے کوئی سرکاری عہدہ نہیں ملا تھا، وہ تجارت اور کاروبار میں لگے ہوئے تھے، نوعمری کے باوجود ابن عامر کامیاب حاکم تھے، انھوں نے فتوحات بھی کئے اور تعمیری کام بھی، ان کی کامیابی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بصرہ میں مخالف پارٹیوں کا زور کم تھا اور وہ یکسوئی کے ساتھ تعمیری کام کرنے پر قادر ہو سکے۔

انھوں نے فارس اور خراسان میں جو بغاوتوں کا اکھاڑہ بنے ہوئے تھے، عربی اقتدار کے قدم جمائے اور نئے نئے علاقے فتح کئے، انھوں نے بصرہ میں کئی اہم نہریں نکلوائیں، مہمان خانے بنوائے۔

---

[1] الولاۃ والقضاۃ اڈیٹر افن گست، بیروت سنہ ۱۹۰۸ء ص ۱۱-۱۲

مکّہ، بصرہ شاہراہ پر سرائیں، کنوئیں اور بازار بنوائے، ان کے تعمیری کاموں کی فہرست کافی لمبی ہے، مصنف کتاب المعارف لکھتا ہے:-

"افتتح عامّة فارس وخراسان وسجستان وکابل واتّخذ النّباج وغرس فیها حتی تدعی نباج ابن عامر واتخذ القریتین وغرس بها نخلا وأنبط عیونا تعرف بعیون ابن عامر بینها وبین النّباج لیلة علی طریق مکة وحفر الحُفیر ثم حفر السُمَیْنة واتخذ بقرب قباء قصرا وجعل فیه زنجا لیعملوا فیه فماتوا فترکه، واتّخذ بعرفات حیاضا ونخلا واحتفر بالبصرة نهرین أحدهما فی السوق والآخر الذی یعرف بأم عبد الله بالبصرة وهی الأُبُلّة، وکان یقول: لو ترکت لخرجت امرأة فی حداجتها علی دابتها ترد کل یوم علی ماء وسوق حتی توافی مکة"[1]

فارس، خراسان اور سجستان (افغانستان) کا بیشتر حصہ نیز کابل فتح کیا، نباج[2] نامی کارواں اسٹیشن بنوایا اور وہاں نخلستان لگوائے جس کی وجہ سے اس کا نام ہی نباج ابن عامر پڑ گیا، قریتین[3] کا کارواں اسٹیشن بنوایا اور وہاں نخلستان لگوائے، نیز چشمے نکلوائے جو عیون ابن عامر کے نام سے مشہور ہیں، قریتین اور نباج کے درمیان بصرہ۔ مکّہ شاہراہ پر ایک رات کی مسافت (تقریباً تیس میل) ہے، ابن عامر نے حُفَیر[4] اور سمنیہ[5] (صحیح سُمَینہ) کے کنوئیں کھدوائے اور قُبا کے

---

[1] کتاب المعارف ابن قتیبہ مصر ص ۱۴۰، نسب قریش مصعب زبیری اڈیٹر لیوی پروفنسال مصر ص ۱۴۸ پر بھی ابن عامر کے بنوائے متعدد حوضوں اور نہروں کا ذکر ہے، اس ذکر کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: ولہ آثار فی الأرض کثیرۃ

[2] مکہ کی شاہراہ پر بصرہ کے لگ بھگ تین سو میل پر ایک کارروان اسٹیشن، معجم البلدان ۸/۲۴۳ - [3] نباج کے قریب دو گاؤں جو ابن عامر نے بسائے اور جہاں بازار لگوائے اور قدرتی چشمے نکلوائے، [4] حُفَیر بروزن زُبیر بصرہ کے قریب مکّہ کی راہ پر ایک منزل جہاں ابن عامر نے مسافروں کے لئے کنوئیں اور بازار بنوائے تھے۔

[5] سُمَینہ بروزن جُہَینہ بتقدیم الیاء علی النون نباج کے بعد بہ سمتِ بصرہ پہلا کارروان اسٹیشن جہاں ابن عامر نے پانی اور خورد و نوش کا انتظام کیا تھا، معجم البلدان ۵/۱۳۹۔

قریب حبشی غلاموں سے ایک محل بنوانا شروع کیا، لیکن وہ مر گئے تو تعمیر بند کرا دی، عرفات مکہ میں حوض بنوائے اور نخلستان لگوائے، شہر بصرہ میں دو نہریں نکلوائیں ایک بازار میں اور دوسری جس کا نام نہر ام عبداللہ (بن عامر) پڑا، ایک تیسری لمبی نہر (بندرگاہ) اُبُلّہ (دہانہ دجلہ، فرات) سے نکلوائی ابن عامر کہا کرتے تھے: "اگر مجھے عہدہ سے ہٹایا نہ گیا تو میں اتنے بڑے پیمانہ پر تعمیری کام کراؤں گا کہ بصرہ سے مکہ جانے والی عورت کو ہر دن راستہ میں ایک نیا بازار اور کنواں ملے گا۔"

تیسرے اور آخری رشتہ دار جن کو عثمان غنی رضؓ نے گورنر کا عہدہ دیا سعید بن عاص تھے۔ رسول اللہ صلعم کے انتقال کے وقت ان کی عمر نو سال تھی، ابوبکر صدیقؓ کی موت کے وقت گیارہ سال اور عمر فاروقؓ کی وفات کے وقت کوئی اکیس سال کے تھے، کم عمری کی وجہ سے ان تینوں کے عہد میں ابن عامر کی طرح ان کو بھی کوئی عہدہ نہ مل سکا، قریش کے ایک بڑے خاندان سے تعلق تھا، کہا جاتا ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلعم کے پاس ایک چادر لے کر آئی اور کہا: "میں اس کو اکرم العرب کی خدمت میں پیش کرنا چاہتی ہوں۔" رسول اللہ صلعم نے کہا: "سعید کو دیدو، یہی اکرم العرب ہیں[1]!" فراخ دل، لائق اور پڑھے لکھے آدمی تھے، ابن عامر کی طرح ان کا شمار بھی قریش کے اجواد اور خطیبوں میں ہوتا ہے، جاحظ لکھتا ہے:[2] "کان من الخطباء المبرزین لم یوجد کتحبیرہ تحبیر ولا کارتجالہ ارتجال[3]۔" عثمان غنی رضؓ نے قرآن کی کتابت اور تدوین کے لئے جو کمیٹی مقرر کی تھی اس میں زبان اور محاورہ کی نگرانی سعید بن عاص کے سپرد تھی، عمر فاروقؓ کے عہد میں کئی برس گورنر شام امیر معاویہ رضؓ کی صحبت میں رہ کر آئین جہاں بانی کی تربیت حاصل کی تھی، ان کی شرافت، لیاقت اور سخاوت دیکھ کر عثمان غنی رضؓ نے اپنی لڑکی ام عمرو کا ان سے عقد کر دیا اور ۲۹ھ میں ولید بن عقبہ الگ کئے گئے تو ان کی جگہ سعید کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا، گورنر ہو کر انھوں نے کئی اہم فتوحات حاصل کیں اور دور رس مالی اصلاحات نافذ کئے، لیکن مخالف پارٹیوں نے ان کو چین نہ لینے دیا اور الزامات و اتہامات کا نشانہ بنا کر تین چار سال بعد زبردستی ان کو کوفہ سے نکال دیا، باصلاحیت آدمی تو تھے ہی

---

[1] اصابہ ۴۸/۲ [2] محبر ابن حبیب بغدادی ص ۱۵ [3] رسائل جاحظ (فضل ہاشم علی عبد شمس) مصر ص ۹۶

چند سال بعد جب امیر معاویہ خلیفہ ہوئے تو ان کی پھر مانگ ہوئی اور عرصہ تک گورنری کے عہدہ پر فائز رہے۔

یہ صحیح ہے کہ یہ تینوں رشتہ دار جن کا اوپر ذکر ہوا نو مسلم اور نسبتہً کم عمر تھے لیکن یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جس پر اعتراض کیا جاتا کیوں کہ خود رسول اللہ صلعم نو عمروں اور نو مسلموں کو عہدے دیا کرتے تھے، اور ان کو پرانے صحابہ کا لیڈر، کمانڈر، اور امام بناتے تھے، یہی حال ابو بکر صدیق رض اور ان کے جانشین عمر فاروق رض کا بھی تھا، یہاں مثال کے طور پر چند نام پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلعم نے ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد ایک اُموی جوان عتاب بن اُسید کو جن کی عمر بائیس سال سے زیادہ نہ تھی مکہ کا گورنر مقرر کیا۔

(۲) رسول اللہ صلعم نے خالد بن ولید کو جو ۸ھ میں مسلمان ہوئے تھے فوجوں کی قیادت عطا کی اور سینیر صحابہ کا لیڈر اور امام بنایا۔

(۳) رسول اللہ صلعم نے اُموی جوان عمرو بن عاص کو جو نو مسلم تھے ایک فوج کا کمانڈر مقرر کیا اور سن رسیدہ اور پرانے صحابہ کو ان کا قائد اور امام مقرر کیا۔

(۴) رسول اللہ صلعم نے اپنے مولی اُسامہ بن زید کو جن کی عمر اٹھارہ انیس سال سے زیادہ نہ تھی شرق اُردن کی مہم کا کمانڈر انچیف مقرر کیا اور صفِ اوّل کے صحابہ جیسے ابو بکر صدیق رض، عمر فاروق رض، طلحہ رض اور زبیر رض کو ان کی قیادت میں لڑنے کا حکم دیا۔

(۱) ابو بکر صدیق رض نے خالد بن ولید کی کمان میں باغیوں کے خلاف ایک فوج بھیجی جس میں بہت سے بدری اور اُحدی صحابہ موجود تھے اور خالد ان سب کے لیڈر اور امام تھے۔

(۲) ابو بکر صدیق رض نے ابو جہل کے نو مسلم اور نسبتہً کم عمر لڑکے عکرمہ کی قیادت میں باغیوں کی سرکوبی کو ایک فوج بھیجی، اس میں بھی بہت سے صحابی موجود تھے۔

(۳) ابو بکر صدیق رض نے نو مسلم اُموی جوان یزید بن ابی سفیان کو بدری اور احدی صحابہ کا کمانڈر

لہ رسائل الجاحظ ص۲۹۵

بنا کر شام کے مورچہ پر بھیجا۔

(۴) ابوبکر صدیق رضؓ نے خادم رسول اللہؐ انس بن مالک کو بحرین میں زکوٰۃ کلکٹر مقرر کیا حالانکہ ان کی عمر اکیس سال سے زیادہ نہ تھی۔[1]

(۱) عمر فاروق رضؓ نے چونتیس سالہ سعد بن ابی وقاص کو ایک بڑی فوج کا کمانڈر انچیف بنایا جس میں بہت سے سن رسیدہ اور ممتاز بدری و احدی صحابی موجود تھے۔

(۲) عمر فاروق رضؓ نے نومسلم اُموی جوان معاویہ بن ابی سفیان کو شام کی افواج کا سپہ سالار مقرر کیا جس میں سینیر صحابہ کی کافی بڑی تعداد تھی۔

(۳) عمر فاروق رضؓ نے ابوسفیان کے دوسرے نومسلم اور نوعمر صاحبزادے عُتبہ کو قبائلِ کنانہ میں زکاۃ کلکٹر مقرر کیا تھا۔[2]

رسول اللہؐ اور شیخین عہدے دیتے وقت کسی شخص کی عمر اور قدامتِ اسلام کا اتنا خیال نہیں کرتے تھے جتنا اس کی مستعدی، صلاحیت اور سمجھ بوجھ کا۔

اِس بحث کو ہم یہ بتا کر ختم کرتے ہیں کہ عثمان غنی رضؓ نے اپنے بعض رشتہ داروں کو کیوں عہدے دیئے اور اس سلسلہ میں ان کی دلیل کیا تھی، ان کی پہلی دلیل یہ تھی کہ وہ لائق، کارگزار اور مستعد ہیں ان کی دوسری دلیل یہ تھی کہ رسول اللہؐ نے بھی اپنے رشتہ داروں کو عہدے دیئے تھے: مثلاً انھوں نے اپنے داماد اور چچازاد بھائی علی بن ابی طالب کو سنہ ۹ھ میں یمن کا متوتی اخماس اور قاضی بنا کر بھیجا تھا، اور اسی سال اپنے خسر ابوسفیان بن حرب کو نجران اور ابوسفیان کے لڑکے یزید کو تیماء کا والی مقرر کیا تھا، پھر اوائل سنہ ۱۱ھ میں اپنے سالے مہاجر بن اَبی اُمیّہ کو صنعاء کی گورنری تفویض کی تھی، یہاں یہ بتا دینا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ عمر فاروق رضؓ نے اپنے سالے صحابی قُدامہ بن مظعون کو بحرین کی گورنری عطا کی تھی۔[3] عثمان غنی رضؓ کی تیسری دلیل یہ تھی کہ چونکہ مدینہ، کوفہ اور فسطاط میں میرے خلاف پارٹیاں بن گئی ہیں جو قول و فعل دونوں سے میری کاٹ کرتی ہیں

[1] تاریخ ابن عساکر شام ۳/۱۴۷، و اصابہ ۱/۷۲، [2] تاریخ الامم ۵/۲۹ [3] اصابہ ۳/۲۲۸-

اور مجھے نقصان پہنچانے کے در پے ہیں اور چونکہ میں بڑے صحابہ کے تعاون سے محروم ہو گیا ہوں میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ان مخالف پارٹیوں کے باہر سے اہم ترین عہدوں کے لئے ایسے افسروں کا انتخاب کروں جن کی وفاداری پر میرا حق ہو اور جن پر میں اعتماد کر سکوں چنانچہ ان عہدوں کے لئے اپنے اقارب میں سے مجھے جو اہل نظر آیا اس کا میں نے انتخاب کر لیا۔

علی بن ابی طالبؓ عثمان غنیؓ کے سخت ترین ناقدوں میں تھے، عثمان غنیؓ کا اپنے بعض رشتہ داروں کو گورنری دینا خاص طور پر ان کو ناگوار تھا اور اس کا بہت چرچا کرتے تھے لیکن شاید قارئین یہ سن کر حیران ہوں کہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے اہم ترین صوبوں پر اپنے اقارب ہی کو گورنر مقرر کیا۔ مکہ پر قثم بن عباس کو، یمن پر عبیداللہ بن عباس کو اور بصرہ پر عبداللہ بن عباس کو۔

(۱۲) ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے اپنے داماد مروان کو خمس افریقہ عطا کیا حالانکہ وہ مسلمانوں کا حق تھا۔

خمس افریقہ کا مشہور اور ہمارے خیال میں زیادہ مستند قصہ یہ ہے کہ ۲۷ھ میں عثمان غنی کی ترغیب پر گورنر مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے شمالی افریقہ یا موجودہ لیبیا پر جو بازنطینی حکومت کے ماتحت تھا فوج کشی کی، فوج میں ایک تازہ ڈویژن مدینہ کا تھا جس میں صحابہ کے علاوہ ان کے جوان لڑکوں کی بھی کافی تعداد تھی، یہ مہم خاصی ممتد ہو گئی اور کافی دقت کے بعد عرب فتحیاب ہوئے، اس لڑائی میں عثمان غنیؓ کے داماد مروان بھی موجود تھے، مالِ غنیمت کے پانچ حصوں میں سے چار فوج نے آپس میں بانٹ لئے اور پانچواں حسب قاعدہ مرکز یعنی مدینہ کے لئے الگ کر دیا گیا۔ خمس میں پچیس لاکھ روپے (پانچ لاکھ دینار) کا سونا چاندی تھا، اس کے علاوہ سامان اور مویشی بھی تھے، سامان اور مویشیوں کا کئی ہزار میل دور مدینہ بھیجنے میں دقت نظر آئی اس لئے اس کا نیلام کر دیا گیا جو مروان نے ایک لاکھ درہم یا پچاس ہزار روپئے میں خرید لیا، اس رقم کا بیشتر حصہ انھوں نے نقد ادا کر دیا اور جو کسر رہ گئی اس کو مدینہ جا کر ادا کرنے کا وعدہ کر لیا، سپہ سالار نے خمس مروان کی تحویل

میں دیا اور تاکید کی کہ جلد از جلد جاکر خلیفہ کو فتح کا مژدہ سنائیں اور کسر پوری کر کے خمس خزانہ میں جمع کر دیں، مدینہ کے باشندے اپنے لڑکوں اور عزیزوں کی طرف سے بڑے متفکر تھے، اور ان کی خیریت کے بے چینی سے منتظر، مروان نے آکر فتح اور خیریت کا مژدہ سنایا تو سارے شہر میں مسرت کی لہر دوڑ گئی، عثمان غنی رضؓ نے خوش ہو کر خمس کی وہ رقم معاف کر دی جو مروان کے ذمہ رہ گئی تھی، اور ایک قول یہ ہے کہ مروان کی درخواست پر عثمان غنی رضؓ نے ایسا کیا تھا۔[1]

آپ نے دیکھا بات کیا تھی اور مشہور کس طرح کی گئی، معاملہ شاید دس پندرہ ہزار یا اس سے بھی کم کا تھا لیکن پروپیگنڈے نے اس کو یہ رنگ دیا کہ خلیفہ نے اپنے داماد کو خمس افریقہ عطا کیا جو پچیس ۲۵ لاکھ روپے پر مشتمل تھا۔

رہا یہ سوال کہ عثمان غنی رضؓ نے موہوبہ رقم اپنے پاس سے خزانہ میں داخل کی یا نہیں تو ہم اس کا کوئی تحقیقی جواب نہیں دے سکتے البتہ اس بات کا غالب قرینہ ہے کہ انھوں نے رقم ادا کر دی ہوگی کیونکہ اوّل تو مدینہ اور مدینہ کے باہر کے حکومت دشمن ماحول کا تقاضہ کہ عثمان غنی رضؓ احتیاط سے کام لیتے اور اپنے مخالفوں اور نکتہ چینوں کو پروپیگنڈے بازی اور اشتعال انگیزی کا موقع نہ دیتے، دوسرے وہ اتنے دولتمند اور فراخ دست تھے کہ ان کے لئے دس بیس ہزار روپے ادا کرنا مطلق دشوار نہ تھا، بوقتِ وفات ان کی دولت کا اندازہ علی اقل التقدیر تیرہ لاکھ پچاس ہزار روپے اور علی اکثر التقدیر ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپے کیا گیا ہے، اس کے علاوہ ان کے پاس ہزار اونٹ تھے، دس لاکھ کی جائداد جو انھوں نے عزیز و اقارب میں بانٹ دی تھی، دس ہزار روپے سے مسجدِ نبوی کی تجدید کرائی اور صرفِ کثیر سے دار الامارہ بنوایا، اس لئے یہ بات بخوبی سمجھ میں آتی ہے کہ انھوں نے موہوبہ رقم ضرور ادا کر دی ہوگی، اور اگر مان لیا جائے کہ انھوں نے رقم ادا نہیں کی تب بھی ان کے اس فعل کو بدعت قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس نوع کی نظیریں رسول اللہؐ اور شیخین کے عہد میں موجود تھیں، ہم یہاں صرف دو کا ذکر کرتے ہیں:-

ابو بکر صدیق رضؓ نے تو عمر انس بن مالک کو بحرین کا زکوٰۃ کلکٹر مقرر کر کے بھیجا تھا، وہ جب زکوٰۃ لے کر لوٹے

---

[1] تاریخ الخمیس دیار بکری ۲/۲۶۷ و تاریخ یعقوبی نجف ۲/۱۴۲ و انساب الاشراف ۵/۲۸

تو ابو بکر صدیقؓ کا انتقال ہو چکا تھا اور عمر فاروقؓ خلیفہ تھے، وہ پہلے سے انسؓ کے قدرداں تھے، اور جب ابو بکر صدیقؓ نے اُن کو بحرین بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا تو عمر فاروقؓ نے اس کی تائید ان الفاظ میں کی تھی: "ابعثہ فانہ لبیب کاتب" انسؓ نے زکوٰۃ پیش کی جو اونٹوں اور دو ہزار روپے (چار ہزار درہم) پر مشتمل تھی، عمر فاروقؓ نے اونٹ لے لئے اور روپے انسؓ کو ہبہ کر دیئے۔[1]

اسلام سے پہلے ابو بکر صدیقؓ کے بڑے صاحبزادے عبدالرحمٰن بسلسلۂ تجارت شام گئے تو دمشق کے غسانی رئیس جُودی کی حسین لڑکی لیلیٰ کی جھلک دیکھ کر اس کی محبت میں گرفتار ہو گئے، شام سے لوٹے تو نیم بسمل کی طرح تھے، ان کے دل کی بے کلی بیحد بڑھ گئی اور شعر بن کر زبان پر آنے لگی، ان کی حالت دیکھ کر عزیز و اقارب کو ترس آتا لیکن لیلیٰ کا حصول کس کے بس کی بات تھا، عمر فاروقؓ کے اولین ایام خلافت میں دمشق فتح ہوا اور جُودی کی لڑکی لیلیٰ قیدی بن کر خمس میں آئی تو عمر فاروقؓ نے اس کو عبدالرحمٰن کے حوالہ کر دیا۔[2]

آخر میں ہم خمس افریقیہ کی بحث کو ایک مشہور معتزلی عالم ابو علی جبائی کی رائے پر ختم کرتے ہیں: إن ما روی من دفع خمس إفریقیۃ لما فتحت إلی مروان فلیس بمحفوظ ولا منقول علی وجہ یجب قبولہ وإنما یرویہ من یقصد التشنیع[3]

(باقی)

[1] تاریخ ابن عساکر ۳/ ۱۴۷-۱۴۸ و اصابہ ۱/ ۷۲ [2] اصابہ ۲/ ۴۰۷-۴۰۸ و نسب قریش ص۲۷۶، اس سلسلہ کی دوسری روایت کے لئے دیکھئے کتاب الاموال ص۳۱۹ و شرح نہج البلاغۃ ۱/ ۲۳۳ [3] تاریخ الخمیس ۲/ ۲۶۸

سرکشی ضلع بجنور

سر سیدؒ کے ذہنی ارتقاء کی گزرگاہوں میں ایک نشانِ منزل کی حیثیت رکھتی ہے، اس کی اہمیت نہ صرف اس اعتبار سے ہے کہ یہ ۱۸۵۷ء کی جدوجہد میں ضلع بجنور کے تاریخی رول کے سلسلے میں ایک اہم دستاویز ہے، بلکہ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سر سیدؒ نے اس تاریخی جدوجہد میں انگریزوں کی حمایت کس نقطۂ نظر سے کی تھی اور ایسا کرنے سے ان کا کیا منشاء تھا۔ شرافت حسین مرزا صاحب نے جو خود بھی ضلع بجنور کے مردم خیز خطّے سے تعلق رکھتے ہیں، اس کتاب کی ترتیب میں جس نگاہِ تحقیق سے کام لیا ہے، اس کا اندازہ مقدمہ سے ہوتا ہے، کتاب کے متن کی تصحیح کے علاوہ اس کی زبان و بیان سے بھی بحث کی گئی ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اُس ذہنی پس منظر کو اجاگر کیا گیا ہے جس میں سر سید نے اس کتاب کو تصنیف کیا، عمدہ کتابت و طباعت خوبصورت سادہ ڈسٹ کور۔

قیمت مجلد چھ روپے ——— ناشر:- مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

قسط دوم:-

ایک علمبردارِ حریت کے نمایاں کارنامے اور بے لوث خدمات

از حکیم عزیز الرحمٰن رونق اعظمی عمری طبیب کامل، عمرآباد

گذشتہ سے پیوستہ

حکیم صاحب نے گرفتاری کے بعد جس ثبات قدمی، حق گوئی اور جرأت و بیباکی کا ثبوت دیا اس سے متاثر ہو کر آپ کی اہلیہ محترمہ نے ایک بیان دیا تھا، وہ خط اس وقت اخبار "مدینہ بجنور" ۲۲ راپریل ۱۹۳۲ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا، یہاں میں اس خط کو نقل کرتا ہوں -!

"اہلیہ مولانا ابوالمعارف صواتی کا پیام"

"میں خوش ہوں کہ میرے شوہر کو خداوندِ عالم نے اعزازِ دینی و دنیوی عطا فرمایا جس کی میں اور وہ ہر وقت متمنی تھے، میں اپنے شوہر کی اس سزایابی پر جس قدر بھی فخر کروں کم ہے، گو ان کو ایک معمولی اور چھوٹی سی سزا (ایک سال قیدِ بامشقت) ملی ہے، جو حقیقت میں ان کے اسلامی خدمات (جن کو انھوں نے بلا خوف و خطر انجام دیئے ہیں) کا صلہ کما حقہٗ، نہیں ہے، تاہم میں اس کو ایک حد تک خدا کا فضل سمجھتی ہوں، انھوں نے کبھی حق گوئی میں دریغ نہیں کیا اور نہایت بیباکی کے ساتھ اعلاء کلمۃ الحق میں مصروف رہتے تھے۔ یہ ان کی اسلام پرستی کی ادنیٰ دلیل ہے کہ ان کا شیر خوار بچہ بسترِ علالت پر پڑا ہوا تھا جس کی زندگی کی امید باقی نہ تھی، وہ اس شیر خوار بچہ کو میری گود میں ڈال کر سیدھے دارالاحرار (جیل) چلے گئے اور رتی برابر بھی پیشانی پر بل نہیں لائے۔

مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ انھوں نے مجسٹریٹ کے سامنے بھی اسی دلاوری کا جوہر دکھا دیا اور کسی قسم کی کمزوری ان سے سرزد نہیں ہوئی، میں اپنے پیارے شوہر کو مبارکباد دیتی ہوں